© rasailojaraid.com

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی

اخلاقیات کا مسئلہ اور اُس کا منہاج

خیر، پسندیدہ اور مستحسن کے تصوّر میں ہمارے لیے بالذات ایک کشش موجود ہے۔ ہم جو کچھ خیر (نیکی) ہے، اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (ہم نے یقیناً انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے) کا یہی مطلب ہے۔

بچّہ اسی فطرت سے ابتدا کرتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ نیکی کیا ہے؟ مستحسن کیا ہے؟ وہ اس کا اندازہ اِس سے کرتا ہے کہ دوسروں کی نظر میں کیا چیز پسندیدہ ہے۔ اُسے بتایا جاتا ہے کہ یہ طرزِ عمل نیک ہے اور وہ بد۔ اور وہ اس حکم کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی سعی کرتا ہے۔ اس کے بعض داعیات ایسے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اس تضاد سے خبردار ہوتا ہے جو اس کی فطرت میں پایا جاتا ہے۔ اس کی فطرت کا ایک پہلو ایک طرف کھینچتا ہے، دوسرا دوسری طرف۔ لیکن جو کچھ اُسے بتایا جاتا ہے وہ اسی پر بھروسہ کرتا ہے۔ وہ اخلاقی احکام کو اعلیٰ اور اپنے داعیات کے تقاضوں کو ادنیٰ سمجھتا ہے۔ اور یہ سوال اس کے لیے پیدا نہیں ہوتا کہ ایک کی تعمیل اور دوسرے کی تردید کیوں کی جاتے؟

نہ صرف اخلاقیت اور خواہش کے مابین کشمکش ہوتی ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ جو کشمکش احکامِ اخلاقی میں پیدا ہو وہ بھی ظہور پذیر ہو جاتے اور اُس کا اطمینانِ نفس ضائع نہ ہو۔ لیکن تا دیر یہ حالت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کی ذہنی ترقی اور اس کی اخلاقی مستعدی میں نشوونما ہونے سے فرائض میں جو کشمکش رونما ہوتی ہے وہ اسے زیادہ عرصے تک نظر انداز نہیں کر سکتا۔ مختلف لوگوں اور مختلف گروہوں اور مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں جو اختلاف اخلاقی قوانین میں پایا جاتا ہے وہ اُسے سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اور وہ ایک ایسے سیاح کی طرح بیرونی سفر اختیار کرتا ہے جو اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملک کے رسم و رواج اور قوانین کا عادی تھا اور اب وہ غیر ملکی قوانینِ اخلاق اور اخلاقی تصورات سے دوچار ہوتا ہے۔ لہٰذا اُسے اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ دو متضاد فرائض میں کونسا فرض اُس پر عائد ہوتا ہے اور دو متضاد قوانین میں کونسا قانون اصلی قانونِ اخلاق ہے؟ اُسے طے کرنا چاہیے کہ فرض کا اصلی تصور کیا ہے؟ اخلاق کی اصلی ماہیّت کیا ہے؟

خواہش اور قانون کی کشمکش بھی اس حد تک تجاوز کر سکتی ہے کہ قانون کی صحت کی نسبت شک پیدا ہو اور یہ سوال اٹھایا جائے کہ قانون کے حُجّت ہونے کا مأخذ کیا ہے؟ اس قانون کی نسبت جس کا حُجّت ہونا تسلیم کر لیا گیا تھا۔ یہ ایک مربوط سوال ہے اور زیادہ بنیادی سوال ہے جو مشاہدہ باطن کے زیادہ راسخ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح اخلاقیات کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ:

— اخلاقیت کی ماہیّت کیا ہے؟
— انفسی نقطۂ نگاہ سے خیرِ اخلاقی کیا ہے؟
— آفاقی نقطۂ نگاہ سے قانونِ اخلاقی کی ماہیّتِ اصلیہ کیا ہے؟
— خیرِ اخلاقی کا معیار کیا ہے؟
— اور یہ کیوں حُجّت ہے؟

قضیۂ اخلاقی کا طریق

دوسرا سوال جو ایک غور و فکر کرنے والے انسان کے سامنے آئے گا یہ ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کیا کیا جائے؟ اگر اس کے پیشِ نظر طبیعیات کا مسئلہ ہوتا، یعنی یہ سوال کہ مظاہرِ طبیعی کی ماہیّت کیا ہے؟ تو فطری طور پر اُسے مظاہرِ طبیعی کے مشاہدے اور تجربے سے ابتدا کرنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ حقائق یا مظاہر جن سے اُسے یہاں بحث کرنا ہے (جو اس وقت زیرِ بحث ہیں) صحیح اور غلط نیک اور بد۔ نیکی اور بدی۔ فرض اور حق طبیعی حیثیت کے مظاہر نہیں ہیں۔ یہ تصوّرات ہیں۔ اُسے ان تصورات کے معنی کا تعیّن کرنا ہے۔ تصوّرات کے معنی کو متعیّن کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہو گا کہ جن قضایا یا تصدیقات میں یہ تصوّرات استعمال ہوتے ہیں ان کو لے لیا جائے۔ اور جن مواقع پر اُن کا اطلاق ہوتا ہے ان پر غور کیا جائے۔ یا بالفاظ دیگر اخلاقی قضایا پر غور کیا جائے۔[1]

© rasailojaraid.com

[1] اہلِ لغت کے طریقے سے موازنہ کیا جاتے۔ مثلاً:

© rasailojaraid.com

اب غور طلب بات یہ ہے کہ قضیۂ اخلاقی میں ہم کس چیز پر حکم لگاتے ہیں[1]۔ کسی چیز کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ اچھی ہے یا بُری۔ لہٰذا ہمیں متعین کرنا چاہیے کہ:

۱۔ وہ کوئی چیز (منطقی موضوع، موضوع لہٗ) کیا ہے، یعنی وہ شئے (موضوع) کیا ہے جس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ یہ اچھی ہے یا بُری ہے۔

۲۔ موضوع لہٗ یعنی "اچھے" یا "بُرے" کے کیا معنی ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟

۳۔ وہ معیار کیا ہے جس سے ہم نے اندازہ کیا ہے؟

۱۔ اخلاقی قضیے کا موضوع لہٗ

"اچھا" ہم بے شمار چیزوں کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً:

مکان اچھا ہے،

گھوڑا اچھا ہے،

تصویر اچھی ہے

ناظر کی نسبت:

محاسب اچھا ہے،

طبیب اچھا ہے،

آدمی اچھا ہے،

صفات و اعراض کی نسبت:

صحت اچھی ہے،

بصارت اچھی ہے،

کردار اچھا ہے،

بسیط اشیاء کی نسبت:

نظریہ اچھا ہے،

---

[1] ہمارے سامنے ایک واقعہ ہے ——— یعنی ایک واقعہ کی نسبت قضیہ۔ زید نے ایک کام کیا ہے، اس کام پر اخلاقی حکم بصورت قضیہ لگایا گیا کہ یہ کام اچھا ہے یا بُرا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصوّر اچھا ہے،

عمل اچھا ہے،

اِن مثالوں پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ "اچھا" اخلاقی اچھائی" کے معنی میں صرف تین مثالوں میں استعمال ہوا ہے۔ آدمی، کردار، عمل لیکن آدمی اچھے کردار کی وجہ سے اچھا کہلاتا ہے، اور اچھا کردار اچھے اعمال کی وجہ سے جو اس سے ظاہر ہوتے ہیں اچھا کہلاتا ہے۔ لہٰذا اخلاقی قضیے میں اعمال، افعال اور کردار بالیقین ارادی افعال ہیں اور اخلاقی قضیوں کے اوّلین موضوع یا محمول ہیں۔

معیار قضیۂ اخلاقی

لیکن اخلاقی خیر کے تصوّر کا اطلاق ہمارے اعمال یا ہمارے کردار کی بعض صورتوں پر کیوں ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک معیار ایک نصب العین ایک "مثالیہ" ایک نمونے پر پورا اترتا ہے۔ دراصل کسی چیز کی نسبت یہ فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ وہ اچھی ہے، ہمارے ذہن میں "معیار" یا نمونہ یا "مثالیہ" لازمی طور پر موجود ہوتا ہے جس کی نسبت سے ہم طے کرتے ہیں کہ وہ اچھی ہے یا بُری لہٰذا ہمارا سوال یہ ہے کہ:

وہ معیار کیسا ہے جو اعمال کی اخلاقی حیثیت سے خیر ہونے کا فیصلہ کرتے وقت ہم پیشِ نظر رکھتے ہیں جس کے حوالے سے ہم اعمال کے خیر ہونے کا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔

اخلاقیت

لہٰذا سوال یہ ہے کہ وہ اعمال جنہیں ہم اچھا کہتے ہیں وہ اس لیے اچھے ہیں کہ وہ کسی دوسری غایت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں یا وہ بذاتِ خود اچھے ہیں؟ کیا وہ اضافی طور پر اچھے ہیں یا وہ مطلقاً اچھے ہیں؟ بہت سے اعمال اس لیے اچھے ہیں کہ وہ بعض پسندیدہ نتائج کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ کیا اخلاقی حیثیت سے اچھے اعمال بھی اسی مفہوم میں اچھے ہیں۔

یہ سوال حل کرنے کے لیے ہمیں اپنے شعورِ اخلاقی سے فیصلہ طلب کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنے اعمال کی ٹھوس مثالیں اپنے سامنے رکھ کر اپنے ضمیر سے پوچھنا چاہیے کہ ہم ان اعمال کو کب اور کیوں اخلاقی حیثیت سے اچھا کہتے ہیں۔ اب ہم انھیں اصول یا ضمیر ... صدق۔ عدل اور سخاوت کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاقی فضائل کی مثال کے طور پر پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اُن کے اتباع میں عمل کرنا فرض ہے۔ پُرخلوص، باضمیر، سچّا، عادل اور سخی ہونا اخلاقی خیر ہے۔ ہم ایک مثال لیں۔ مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ مَیں شہادت دوں۔ مَیں سچّی سچّی شہادت دیتا ہوں۔ مَیں سچ سچ کہہ دیتا ہوں۔ اور جج کو ملزم کا مُجرم ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور وہ اُسے قید کرنے کا حکم صادر کر دیتا ہے۔ کیا میرا فعل یا جج کا فعل اخلاقی خیر ہے۔ فرض کیجیے کہ مَیں نے سچی گواہی اس لیے دی کہ ملزم میرا دشمن تھا اور جج نے سزا اس لیے دی کہ ملزم نے رشوت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یعنی میری حق گوئی اور جج کے انصاف کی غرض کچھ اور تھی۔ حق گوئی اور انصاف مقصود نہ تھا وہ دونوں فعل کسی فائدے کے لیے تھے۔ کیا وہ اخلاقی خیر ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں!! اسی طرح خیال کیجیے کہ مَیں ایک مخلص یا باضمیر آدمی ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے اس سے لوگ متاثر ہوں گے، اور اس سے مجھے عزت یا نفع حاصل ہو گا۔ مَیں سخی ہوں اور خیرات اس لیے کرتا ہوں کہ اس سے مجھے ایک سخی آدمی ہونے کی شہرت حاصل ہو گی اور اس سے مجھے مستقبل میں فائدہ پہنچے گا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جس شخص کو مجھ سے فائدہ پہنچے گا وہ مجھ سے وابستہ ہو جائے گا اور مستقبل میں میرے لیے مفید ہو گا۔ کیا میرے اعمال واقعی اخلاص یا باضمیری یا سخاوت ہیں۔ نہیں! وہ اخلاقی خیر جب ہی ہوں گے جب وہ بغیر کسی اور غرض کے صادر ہوتے ہوں۔ بغیر کسی نفع کے، بغیر کسی مصلحت کے، بغیر کسی فائدے کے، بغیر کسی مطلوبہ نتیجہ کے اگر وہ صرف سچائی کے لیے یا انصاف کے لیے یا اخلاص کے لیے یا باضمیری کی خاطر یا سخاوت کی خاطر انجام دیئے گئے ہوں۔ اگر سچ سچ بولنے ہی کی خاطر بولا گیا ہو یا انصاف صرف انصاف ہی کی غرض سے کیا گیا ہو یا سخاوت سخاوت ہی کے لیے کی گئی ہو اور ہر نیکی مقصود بالذات ہونے کی خاطر کی گئی ہو، اگر فرض صرف فرض ہی کی خاطر ادا کیا گیا ہو۔ نیکی نیکی ہی کی خاطر کی گئی ہو اگر قانون کی اطاعت قانون ہی کی خاطر کی گئی ہو، اگر مَیں اُسے اصولاً بجا لاؤں تب ہی وہ نیکی ہے۔ اسی میں اخلاقیت مضمر ہے۔ جب ہمارے فعل کا محرک، اس کی نیت قانونِ اخلاق ہی کی اطاعت ہو تب ہی وہ فعل نیکی ہو گا۔[1]

---

[1] محترم فاضل مضمون نگار کی اس رائے سے مدیر کو اختلاف ہے کیونکہ اس بنیاد پہ لوگ جنت اور دوزخ کا انکار کر دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق گوئی، عدل، اخلاص، باضمیری، سخاوت وغیرہ۔ یعنی حق گوئی ہی کی خاطر سچ کہنا، عدل ہی کی خاطر عدل کرنا، اخلاص کی خاطر اخلاص ہی وہ اعمال ہیں جو بالذات خیر ہیں۔ وہ مطلقاً خیر ہیں۔ کیونکہ اُن سے کسی طرح کا نفع اٹھانا یا خود غرضی کے انداز کے کچھ اور فوائد حاصل کرنا، غرض خود اُن کے علاوہ کوئی اور مقصود نہیں ہے۔ ان کے اخلاقی خیر ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ مفید ہیں بلکہ وہ محض پرخلوص افعال ہیں۔ وہ افعال ہی اپنی فضیلت آپ ہیں۔ وہ افعال اپنا کمال ہیں بالفاظِ دیگر اخلاقی خیر منتہائے فضیلت ہے، بالذات فضیلت ہے اور مقصود بالذات ہے[1]۔

اخلاقی قانون

اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ معیار جو قضیۂ اخلاقی میں مضمر ہے حجتِ اُخریٰ ہے، قانونِ مطلق ہے افضل ترین خیر ہے اور بالذات خیر ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ اخلاقیت وہ عمل ہے جو قانونِ اخلاق کے احترام سے صادر ہوتا ہے۔ قانونِ اخلاق کی ماہیّت کیا ہے؟ اس کی ماہیّت اصلی جیسا کہ مذکور ہوا یہ ہے کہ یہ مطلقاً حجّت ہے یہ بالذات حجت ہے، ہرگز مقصود بالغیر نہیں ہے یعنی کسی اور غایتِ اُخریٰ سے اس کی حجّیت ماخوذ نہیں۔

بالفاظِ دیگر یہ غیر مشروط حکم ہے، مشروط حکم نہیں ہے۔ پس اس کی خصوصیات یہ ہیں:

(۱) افضل ترین خیر ہے، یعنی نہ تو وہ کسی اور خیر سے متعیّن ہوتا ہے نہ کسی اور خیر کے تابع ہے۔ ورنہ یہ قانون مطلقاً حجّت نہ ہو سکتا تھا۔ نیز یہ کہ

(۲) بالذات خیر ہے، یعنی اپنی ذات سے خیر ہے، کسی اور غایت سے اس کا خیر ہونا مُستفاد نہیں۔ اور یہ

(۳) اسی لیے اپنے اوپر خود نافذ کیا جاتا ہے۔ قانون اخلاقی خود مختاری ہے۔ کیونکہ یہ میری انائے عالی، یعنی میری عقل کا قانون ہے۔

(۴) کُلّیتہً حجّت ہے یعنی تمام ذی عقل ہستیوں کے لیے حجّت ہے، صرف میرے یا آپ کے لیے

---

[1] اسلام کی نظر میں نیک اعمال بذاتِ خود پسندیدہ نہیں بلکہ ان کی پسندیدگی اس لیے ہے کہ اُن کے انجام دینے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ (مدیر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں، اور یہ اس لیے کہ یہ مشروط قانون نہیں، کسی ایسی غرض کے لیے نہیں جسے میں چاہوں تو اختیار کر دوں، نہ چاہوں تو نہ کروں۔

لہٰذا بنیادی اصولِ اخلاقیت (اخلاقی قانون) قانون اخلاقی کی صُورت یہ ہے:

اُس قاعدے کو اپنے عمل کا اصول (محرک) بنائیے جس کے بارے میں آپ دیانت داری سے یہ آرزُو کر سکیں کہ تمام عاقلوں کے عمل کا عالمگیر قانون بن جائے۔

ایسے قواعد، عمل کے ایسے قاعدے جو اس معیار سے اس اصول سے سازگار ہوں اخلاقی قوانین ہیں۔

اخلاقی غایت

ہم یہ بھی دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ اخلاقی قانون کیا حکم دیتا ہے۔ یہ غیر مشروط قانون ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ ہمیں کن مقاصد کو مطلقاً اور غیر مشروط طور پر طلب کرنا چاہیے؟ کیونکہ ہر انسانی عمل غایت رکھتا ہے۔ کسی نہ کسی مقصد کی طرف راجح ہے۔ یہ مقصد افضل ترین خیر، بالذات خیر، اپنی ذات میں خیر ہے۔ ورنہ وہ حکم جو اسے تجویز کرتا ہے غیر مشروط خیر اور ایسی خیر نہیں ہو سکتا جو سب کے لیے تجویز کرنا ضروری ہو۔ (موازنہ کیجیے خصوصیات قانون اخلاق سے)۔ لہٰذا اس میں دو باتیں ہونی چاہییں:

۱۔ نہ صرف یہ کہ یہ مقصود ہو بلکہ اسے میرا مقصود ہونا چاہیے، میری خیر اور نیز

۲۔ اسے اعلیٰ ترین خیر ہونا چاہیے۔ اسے بہ حیثیت انسان کے بحیثیت ایک وجود عاقل کے، میری اناء اعلیٰ کی تسکین کا موجب ہونا چاہیے۔ یعنی اسے اس خصوصیّت کے لیے باعثِ تسکین ہونا چاہیے جو ہم سب میں مشترک ہے جو کُلّی ہے۔ کیونکہ ایسا ہی مقصود میرے لیے غایتِ مطلق ہو سکتی ہے جسے سب کے لیے تجویز کیا جائے۔

(۱) لہٰذا اخلاقیت کا مقصود پانا ہے اناء کا تحقق انائے اصلی کا، انائے عاقل کا۔

اناء کا تحقّق، طمانیتِ اناء یا انائے عاقل کا تحقّق کیا ہے؟ یہ کس چیز میں مضمر ہے؟ اس سوال کا جواب دو سمتوں سے دیا جا سکتا ہے۔

(۱) باطنی طور پر ہماری اناء دو بنیادی عناصر پر مشتمل ہے: خواہش[۱] اور عقل پر۔ خواہشات عقل سے جُدا، جبلّی داعیات ہیں۔ ہماری رُوح کے اندھے تقاضے کچھ چیزوں کے لیے، کچھ مقاصد کے لیے۔ ہر خواہش ایک منفرد جذبہ یا خواہش کی حیثیت سے کوئی نہ کوئی تسکین چاہتی ہے۔ عقل کی بدولت:-

---

۱؎ صفحہ ۱۱ پر دیکھیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) ہم میں خواہش کے مقصود کا شعور پیدا ہوتا ہے اور (۱۱) ہم اپنی خواہشات کو مربوط کر کے اُن میں ایک

خواہشات کی فہرست :

فاعلِ اخلاق کی انا سے متعلق :-

زندگی کی خواہش

عیش و آرام کی خواہش

بہنات کی خواہش

دولت کی خواہش

معیشت کی خواہش

شہرت کی خواہش

مقبولیّت کی خواہش

دوسروں کی نظر میں معزز ہونے کی خواہش

محبوب ہونے کی خواہش

دوسروں سے متعلق

خاندان سے متعلق

بیوی کی خواہش

بچّوں کی خواہش

اُن کے لیے تردّد کرنے کی خواہش

معاشرے سے متعلق

عمرانی روابط کی خواہش

دوستی کی خواہش

میل جول رکھنے کی خواہش

دوسروں سے محبت کرنے کی خواہش

(بقیہ صفحہ ۷۲ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظام پیدا کرتے ہیں۔ پھر وہ جُدا جُدا مظاہر کی حیثیت سے باقی نہیں رہتیں (۱۱) ہم پُورے نظام کی من حیث الکلُ تسکین و طمانیت تلاش کرتے ہیں اور انفرادی خواہشات کی تسکین، انا و من حیث الکل کی تسکین کا محض ایک پسندیدہ چیز بن جاتی ہے۔ اس طرح سے عقل ہمیں دوسری نئی غایات (اخلاق، علم، آرٹ) کے علاوہ ایک نئی غایت عطا کرتی ہے۔ انائے کل۔ اس طریقہ سے تحقق انا، اوّلاً انائے عاقل کا تحقق ہو جاتا ہے۔ عقل کا وظیفہ تنظیم و ترتیب ہونے کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحقق انا عقل کے تحت خواہشات کی تنظیم میں مضمر ہے۔ پہلے عقل ہماری خواہشات میں سے ہر ایک خواہش کے مقصد کو معلوم کرے گی اور پھر انائے کل کے اس مقصد کی ایک خاص جگہ متعین کرے گی۔

(۱۱) خارجی طور پر سوچیں، یعنی اخلاق کے نظام سے ابتداء کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اخلاقی قوانین کا مقصد انسانی خواہش کو پُورا کرنا ہے۔ لیکن پُورا کرنا حدُودِ عقل کے اندر رہ کر۔ جہاں تک دیکھا گیا ہے

عدل کی خواہش

سخاوت کی خواہش

قانون اور نظام کی خواہش

صدق و خلوص کی خواہش

حق گوئی کی خواہش

اچھے کام کرنے کی خواہش

خدا سے متعلق

اُس کے مطابق ہونے کی خواہش

اُس کے قرب کی خواہش

اُس سے ہم کلامی کی خواہش

اُس سے محبت کرنے کی خواہش

اُس کا محبوب ہونے کی خواہش

اُس کے حضور زندگی بسر کرنے کی خواہش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ملکیت، دولت، جنس، آزادی وغیرہ کی خواہشات کو پورا کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہے۔ کردار کا کمال کیا ہے؟ جہاں تک عقل انسانی دریافت کر سکی ہے کمال کا طریقہ کیا ہے؟

لہٰذا ہم غیر واضح طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اخلاقیت کا مقصود اناء یا انسان کا کمال ہے[۱]

(ب) لیکن اگر ہم اپنی فطرتِ دافعیہ کا یا عمل کے نصب العین کا یعنی قوانینِ اخلاق کا مزید تجزیہ کریں تو ہم پائیں گے کہ اس کا معاشرے سے ایک خاص تعلق ہے۔ دوسروں کی بھلائی تحقق اناء یا حصولِ کمال کا ایک خاص جزو ہے۔ بالفاظِ دیگر ہماری خیر (اخلاقی غایت) خیرِ مشترک ہے۔ ہماری انتہائی انفرادی، خودغرضی کی خواہشات، مثلاً جینے کی خواہش یا جائداد کی خواہش میں بھی دوسروں کے ساتھ ایک گہرا ربط مضمر ہے۔ بیوی سے، بچوں سے، عزیز واقارب سے، دوستوں سے اور جب ہم ان سے محروم ہو جاتے ہیں تو ہمیں زندگی یا جائداد سے کوئی علاقہ باقی نہیں رہتا۔ ایسے لمحات میں ہی ایسا ہوتا ہے کوئی خودکشی کر لیتا ہے، کوئی تارک الدنیا ہو جاتا ہے۔ اخلاقی احکام (قوانین و فرائض) کا بھی دوسروں سے ایسا ہی تعلق ہے۔ فرائض فرائض ہیں دوسروں کی طرف اور حقوق، حقوق ہیں دوسروں کے بالمقابل۔ حد یہ ہے انتہائی انفرادی فرائض بھی مثلاً اپنی ذات کو محفوظ رکھنے کا فریضہ بھی تجزیہ کرنے پر معاشرے ہی کی طرف ایک فریضہ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً رواقیین جو یہ مانتے ہی نہیں کہ تحفظِ زندگی کا فریضہ معاشرے کی جانب فریضہ ہے اسے فریضہ تسلیم ہی نہیں کرتے۔ وہ خودکشی کو حق بجانب قرار دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ اگر ہم دیکھیں کہ ایک فرد کس طرح معاشرے کے تار و پود میں گندھا ہوا ہے، اس کی ہستی اس کے حصول فوائد اور تحقیقِ اناء کے مواقع سب معاشرے سے وابستہ ہیں۔ ہم پاتے ہیں کہ معاشرہ (۱) دراصل شرط ہے تحققِ اناء کی۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی اناء کی تکمیل چاہے .. .. تو وہ معاشرے ہی کو تکمیل اناء کا ذریعہ سمجھے۔ نیز وہ معاشرے کے اس حد تک زیر بار احسان ہے کہ وہ اس کا حق کسی طرح ادا کر ہی نہیں سکتا۔ بجز اس کے کہ وہ معاشرے کی بھلائی چاہے یعنی اپنے آپ کو خیرِ مشترک سے وابستہ کر کے ہی وہ معاشرے کا حق ادا کر سکتا ہے یعنی "خیرِ مشترک" کو مقصود یعنی اپنی ذاتی خیر بنا کر ہی وہ معاشرے کا حق ادا کر سکتا ہے (۱۱) اس کے علاوہ وہ اپنے ضمیر میں قانونِ اُخروی کو پاتا ہے۔

قانون غیر مشروط[۲] کے اصول کی دوسری صورت ایک مطالبہ کہ اُسے دوسروں کی بھلائی اپنی بھلائی کی طرح

---

[۱] یہ بات بھی محلِ نظر ہے [illegible] [۲] قانون اور غایت کے درمیان تعلق میں مشکل یہ ہے کہ کیا اخلاقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلوب ہونی چاہیے۔ اس کی خیر دوسروں کے لیے خیر طلبی میں مضمر ہے اور اس مطالبے کا سرچشمہ عقل ہے

ترقی

معیارِ اخلاقیت تحقیقِ انا، یا کمال ہی ہے۔ اس کو غور سے دیکھیں تو یہ خیر مشترک ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک نصب العین ہے۔ اس معیار، اس نصب العین کا سرچشمہ عقل ہے (ضمیر ہی عقل عملی ہے) وہ ٹھوس شکل جو اس نصب العین نے اختیار کی ہے "مسلم اخلاقیت" ہے۔ یہ نصب العین انسان من حیث الانسان میں موجود ہے۔ یہ نصب العین جو صورتیں اختیار کرتا ہے ان کا انحصار اوّلاً ذہنی ارتقاء پر ہے اور ثانیاً احوال پر۔ ابتدائی، غیر مہذّب انسان نے اس نصب العین کو جزوًا سمجھا تھا۔ ہم اسے زیادہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاقی قوانین اضافی ہیں، ترقی کے مدارج کے ساتھ اور وہ بدل جاتے ہیں ہماری عقل کے ساتھ۔ لیکن وہ اس درجۂ ارتقاء کے لیے مطلقاً حجّت ہیں۔ کیونکہ وہ غیر مشروط احکام ہیں۔ کمال کا نصب العین خیر مشترک ہے۔ اور یہی ان تغیّرات کا محرّکِ خاص ہے (باضمیر انسان کے معاملے سے موازنہ کیجیے) اگرچہ نصب العین مبہم اور غیر معیّن ہے لیکن اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ ٹھوس بنتا جا رہا ہے۔ اخلاقیت ترقی کر رہی ہے۔ اور اس کے تغیّر کی سمت بے ترتیب نہیں ہے، یہ واضح اور معیّن ہے۔ یہ کمال کی طرف راجح ہے۔ اخلاقیت میں ترقی اس میں مضمر ہے کہ (۱) اخلاقی شعور زیادہ راسخ ہوتا جائے، اخلاقیت کی تہ میں جو اصول موجود ہیں ان کی صحیح بصیرت کے ساتھ سمجھ۔ مثلاً کانٹ کا اصولِ ثانی اور یونانیوں کا جنسی اخلاق کا تصوّر۔ اور (۲) فرائض کے حدود میں توسیع تاکہ اخلاقیت زیادہ سے زیادہ

ھ۔ قوانین کی حیثیت ذریعے کی اور تحققِ انا کی مقصود کی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اخلاقی قانون اور اخلاقی غایت کے درمیان تعلق ذریعے اور مقصود کا نہیں بلکہ جز اور کُل کا ہے۔ اخلاقی قوانین وہ صورتیں ہیں جو مقصود اختیار کرتا ہے، وہ مثالیں ہیں یا وہ پہلو ہیں یا وہ نمونے ہیں جو مقصود اختیار کرتا ہے (۱) مقصود کے درمیان میں لانے کا مطلب یہ نہیں کہ اخلاق افادیّت یا مصلحت پرستی بن گیا ہے۔ کیونکہ مقصود قانون کے تابع ہے، اس کا مجوزہ ہے قانون، اتباعِ قانون ہی اوّلین محرک (نیت) جس پر کسی فعل کی اخلاقیت کا انحصار ہے (۲) قوانینِ اخلاق کچھ نہیں بجز اس کے کہ وہ جہاں تک مختلف روابط کا تعلق ہے مقصود ہی ہیں۔ مثلاً حق گوئی بیان دینے کے بارے میں کمال ہے، عدل کمال ہے معاہدات کے بارے میں اور غایت کا وجود قانون کے ماوراء نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمہ گیر ہو جائے اور بالآخر پوری زندگی پر منطبق ہو جائے۔ (انسانی مساوات کے جدید تصور کا یونانی تصورِ مساوات سے موازنہ کیجیے)۔

مثالیت

اب ہم سمجھتے ہیں کہ اخلاقیت کیا ہے۔ یہ وہ فعل ہے جس کا صدور احترامِ قانون (یا معیار) کی وجہ سے ہو، نیز ہم جانتے ہیں کہ قانون یا معیارِ اخلاق کیا ہے۔ ایک قانون ہے حجّتِ مطلقہ جو مطلقاً خیر مقصود کو تجویز کرتی ہے۔ یہ مقصود تحقق انا، یا کمال ہے۔ خواہشات کی تنظیم عقل کے تحت خواہشات کا ایک ہم آہنگ کُل۔ اوّلاً یہ انائے عاقل کا تحقق ہے اور ثانیاً (کیونکہ یہ اس کا حکم ہے) تحقق ہے انا، من حیث الکل کا۔ یہ انا اپنی مثالی ماہیت کے لحاظ سے عمرانی انا، ثابت ہوتی ہے، لہٰذا معیارِ خیر "خیر" مطلق خیر مشترک ہے اور یہ خیر یا نصب العین یا معیار زیادہ سے زیادہ واضح تر ہوتا جا رہا ہے۔ لہٰذا اخلاقیت ترقی کر رہی ہے۔ یہ نظریہ مثالیت کہلاتا ہے۔

دوسرے نظریات

اب جبکہ ہم حقیقت کو سمجھ گئے ہیں، ہم معیارِ اخلاق کے دوسرے نظریات پر غور کرتے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں۔ یا تو ان کے نزدیک معیار قانون ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وہی اعمال اخلاقی اعتبار سے پسندیدہ ہیں جن کا صدور اتباعِ قانون کی نیت سے ہوا ہے اور جو اعمال قانونِ اخلاق کی خلاف ورزی میں صادر ہوتے ہیں اخلاقاً "شر" ہیں۔ یا یہ کہ معیار غایت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو اعمال غایتِ مطلوبہ تک پہنچاتے ہیں وہی پسندیدہ اور خیر کا مصداق ہیں اور جو اعمال غایتِ مطلوبہ تک نہیں پہنچاتے وہ ناپسندیدہ اور اخلاقاً شر ہیں۔

قانون کی حیثیت سے یہ نظریات یا تو قانون کو قانونِ خارجی تصور کرتے ہیں یا قانونِ داخلی۔

(۱) قانونِ خارجی: قانونِ اخلاق وہ قانون ہے جو باہر سے ہم پر نافذ کیا جاتا ہے۔ مثلاً سیاسی مطاع کا قانون (موازنہ کیجیے   سے)۔

تنقید:- یہ قانون مطلقاً حجّت نہیں ہے۔ بلکہ مشروط طور پر حجت ہے۔ اور اعلیٰ ترین اور بالذات خیر نہیں ہے، نہ خود نافذ کیا ہوا ہے نہ عالمگیر طور پر حجت ہے۔

(۱۱) جب ایسے قوانین متصادم ہو جاتے ہیں تو کوئی حل نہیں ہے۔ ابتدائی (غیر مہذب) انسان اسی نظریے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حامل معلوم ہوتا ہے اور وہ بھی یہ تسلیم کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ قانون صرف اسی صورت میں اخلاقی ہے جب وہ خیر ہو، یعنی اس میں بالذات اس کے لیے فضیلت پائی جاتی ہو، یعنی اس کی حُجّیت باطنی ہو۔

(۱۱) باطنی، وہ قانون ضمیر کا قانون ہے، میری انا کا ایک حصّہ میری انا کے دوسرے حصّہ کے لیے ایک قانون وضع کرتا ہے۔ قوانین اچھے ہیں مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیوں اچھے ہیں۔ وہ عالمگیر طور پر حجّت ہیں۔ کیونکہ ہر انسان کا ضمیر فری قوانین تجویز کرتا ہے۔

تنقید:- (۱) اس قانون کا حُجّت ہونا اب بھی بیرونی ہی رہتا ہے اور اس کا محرّک ضمیر کی ملامت ہے۔ خوشی یا رنج۔ کیونکہ ہم اسے سمجھتے نہیں، لہٰذا ضمیر کی ملامت کے باعث یہ نظریہ لذتیت ہو کر رہ جاتا ہے اور قانون ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۱۱) یہ قوانین متصادم ہوتے ہیں، عالمگیر صحت نہیں ہیں۔ کیونکہ مختلف انسانوں اور مختلف زمانوں میں ضمیر کی ہدایات مختلف ہوتی ہیں نیز جب یہ قوانین متصادم ہوں تو ضمیر کوئی رہنمائی نہیں کرتا۔

غایت

غایت کی حیثیت سے دو مختلف نظریات خاص ہیں۔ ایک یہ کہ وہ غایت (مقصود) خواہش کی تکمیل ہے۔ دوسری یہ کہ وہ غایت خواہش کی نفی ہے۔

لذتیّت:- مقصود خواہش کی تکمیل ہے، مسرت اور اخلاقیّت اس مقصود کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

تنقید:- اخلاق کا یہ نظریہ شعورِ اخلاقی کے لیے بیزار کن ہے کیونکہ یہ اخلاقیت خودغرضی میں تبدیل کر دیتا ہے اور حکم مشروط ہو کر رہ جاتا ہے اور قانون کی حکمیت دراصل خارجی ہی رہتی ہے۔ عقل اس مقصود سے کیونکر مطمئن ہو سکتی ہے جو مقصود عقل کا ہے ہی نہیں جس سے اس کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور اگر عقل ہی نے "مسرت" کو بہ حیثیت مقصود کے تجویز کیا تو وہ اوّلاً عقل ہی کی طمانیت ہے جسے ہم تلاش کر رہے ہیں۔

عقلیت یا رواقیّت:- یہ مقصود عقل کی طمانیّت اور خواہش کی نفی ہے۔

تنقید:- اگر کسی خواہش کا وجود ہی نہ رہے تو عقل اپنا کام کیسے کرے گی۔ کیونکہ تمام عمل خواہشات ہی کا عمل ہے لہٰذا حقیقی مقصود خواہش کی نفی ہے بطور خواہش اور اس کا اثبات ہے عقل کی زندگی میں بطور ایک جزو کے یعنی اُن حدود کے اندر جو عقل نے معین کی ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ عقل کے تحت خواہشات کی تنظیم ہے۔ اس میں دونوں قسم کے نظریاتِ غایت میں جو حق ہے وہ مجتمع ہو جاتا ہے اور اس نظریہ میں نظریۂ قانون، نظریۂ غایت سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے، کیونکہ معیارِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قانون (غیر مشروط حکم) ہے جو یہ مقصود (تکمیل انا، یا تنظیم خواہشات) کو تجویز کرتا ہے۔ یہ باطنی قانون ہے کیونکہ یہ عقل کا قانون ہے۔ اور یہ خارجی قانون ہے کیونکہ یہ مجھے (میری انائے ادنیٰ کو) گویا بیرونی حکم کا پابند کرتا ہے میری انائے اعلیٰ کے قانون کا۔

(بقیہ: نقد و نظر)

ہماری مادّی احتیاجات کو پورا کرنے پر قادر رہے۔

یہ دو مثالیں اس حقیقت کو منکشف کرنے کے لیے کافی ہیں کہ کسی قوم کے بنیادی تصوّرات اس کے نظامِ تعلیم میں کس ہنرمندی کے ساتھ سموئے ہوتے ہیں اور وہ نظامِ تعلیم کس طرح نئی نسل کو ان نظریات کا حامل بنا کر ان کی سربلندی کا مؤثر ذریعہ بنتا ہے۔ مگر افسوس کہ ہمارے ہاں اس کی طرف آج تک توجہ نہیں دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں ایک ایسی نسل پروان چڑھ رہی ہے جو اپنے تصوّرِ حیات سے بیگانہ، اپنے ملّی عزائم سے بے خبر اور اپنی درخشاں روایات سے یکسر ناآشنا ہے، جو پریشان فکری کا شکار ہے، جس کے فکر و عمل کے زاویوں میں کوئی ہم آہنگی نہیں۔ اس وقت جبکہ ہم قومی زندگی میں تعمیرِ نو کا عزم لے کر اٹھے ہیں ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم کو بامقصد بنانے کی کوشش کریں اور نہ صرف اسے اسلام کی اساس پر اُستوار کریں، بلکہ اسلامی تصوّرات اور اقدارِ حیات کو اس خوبی کے ساتھ اس کے رگ و پے میں داخل کریں کہ ہماری نوخیز نسلیں ایک طرف تو اسلامی سیرت و کردار کی جیتی جاگتی تصویریں ہوں اور دوسری طرف صحیح معنوں میں مسلمان مُفکّر، مسلمان ماہرِ قانون و سیاست، مسلمان سائنسدان، مسلمان فلسفی اور مسلمان ماہرِ تعلیم کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے سکیں۔ اُن کا تعلق خواہ کسی شعبۂ حیات سے ہو مگر ایک دین کے خادم ہونے کی وجہ سے وہ ایک ہی رُخِ زیبا کے عکس نظر آئیں۔

© rasailojaraid.com